قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

بدھ 27 اکتوبر 2021ء | 20 ربیع الاول 1443 ہجری قمری | 27 اخاء 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:255

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مَنۡ قَرَأَ بِالۡاٰیَتَیۡنِ مِنۡ اٰخِرِ سُوۡرَۃِ الۡبَقَرَۃِ فِیۡ لَیۡلَۃٍ کَفَتَاہُ

(بخاری، کتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ البقرہ حدیث 5009)

جس نے رات کے وقت سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات پڑھیں تو وہ دونوں آیات اس کے لئے کافی ہوگئیں۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

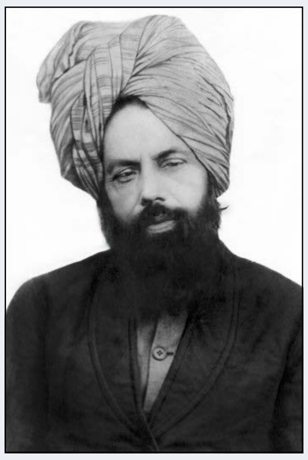

سراج منیر صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’ہمیں حکم ہے کہ تمام احکام میں، اخلاق میں، عبادات میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔ پس اگر ہماری فطرت کو وہ قوتیں نہ دی جاتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر سکتیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فوق الطاقت کوئی تکلیف نہیں دیتا‘‘۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا۔‘‘

(حقیقۃالوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 156)

’’نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلّی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتّع کر دے اور رُوحانی امور میں اس کی پوری پرورش کر کے دکھلاوے۔ اِسی پرورش کی غرض سے نبی آتے ہیں اور ماں کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لے کر خدا شناسی کا دودھ پلاتے ہیں۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دودھ نہیں تھا تو نعوذ باللہ آپ کی نبوت ثابت نہیں ہوسکتی۔ مگر خدا تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں آپ کا نام سراج منیر رکھا ہے جو دوسروں کو روشن کرتا ہے اور اپنی روشنی کا اثر ڈال کر دوسروں کو اپنی مانند بنا دیتا ہے۔‘‘

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 388-389)

ارشاد باری تعالیٰ

اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مِنۡ رَّبِّہٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِہٖ ۟ وَقَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ٭۫ غُفۡرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۲۸۶﴾

(البقرہ: 286)

ترجمہ: رسول اس پر ایمان لے آیا جو اس کے ربّ کی طرف سے اس کی طرف اتارا گیا اور مومن بھی۔ (اُن میں سے) ہر ایک ایمان لے آیا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے کہ) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کریں گے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ تیری بخشش کے طلبگار ہیں۔ اے ہمارے ربّ! اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس یہ جو فرمایا ہے کہ یہ آخری دو آیات کافی ہیں۔ یہ صرف پڑھ لینے سے نہیں بلکہ پہلی آیت میں ایمان پر مضبوط ہونے کا حکم ہے اور جب ایمان مضبوط ہو جائے تو وہ اس قسم کی حرکت کرہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ باتوں کو تو مانے اور کچھ کو نہ مانے اور ردّ کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُسوہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم ہوگیا۔ اس لئے ایمان کی انتہائیں حاصل کرنے کے لئے اس اُسوہ پر چلنے کے راستے تلاش کرو اور یہ کبھی خیال نہ آئے کہ بعض احکامات ہماری طاقت سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف حالتوں میں بعض ایسی سہولتیں بھی دے دی ہیں۔ اسلام میں دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سہولتیں ہیں۔ یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ بعض احکامات ہماری پہنچ سے باہر ہیں جن پہ عمل نہیں ہوسکتا۔ اگر انسان دین کے معاملہ میں ضرورت سے زیادہ سہل پسند نہ ہو تو کوئی حکم ایسا نہیں جو بوجھ لگ رہا ہو۔ اگر دنیاوی کاموں کے لئے انسان محنت اور کوشش کرتا ہے تو دین کے معاملے میں کیوں محنت اور کوشش نہیں کرسکتا؟

پس یہ واضح ہو کہ آخری دو آیات پڑھ لینے سے انسان تمام دوسرے احکامات سے آزاد نہیں ہوجاتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو غور کرکے پڑھے گا پھر وہ اس پر عمل بھی کرے گا۔ قیام اللیل سے انسان کس طرح مستغنی ہوسکتا ہے؟ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نمونہ ہمارے سامنے پیش فرمادیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ کا اُسوہ ہمارے لئے قابل تقلید اور پیروی کرنے کے لئے ہے۔ اگر اس کا کوئی مطلب ہوسکتا ہے تو اتنا کہ ان آیات پر غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایمان میں اتنی ترقی ہوگی کہ عبادتوں کے لئے جاگنا اور توجہ دینا کوئی بوجھ نہیں لگے گا۔

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2009ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- ’’اے پیارے طالع‘‘ (منظوم)
- احکام خداوندی
- ارشادات حضرت مسیح موعودؑ درباره مختلف ممالک وشہور
- تلاوت قرآن کریم سے متعلق خلفائے احمدیت کی تڑپ۔۔۔

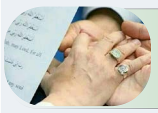

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میر مہدی حسین فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برف لینے کے لئے امرتسر بھیجا۔ راستے میں ریل میں بیٹھے ہوئے میں نے سر جو باہر نکالا تو میری ٹوپی جو ململ کی تھی، سر نکالنے سے اُڑ گئی۔ امرتسر سے میں جب برف لے کر واپس آیا تو میر ناصر نواب صاحب نے کہا کہ کیا تم کو کسی نے مارا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھر ننگے سر کیوں ہو؟ میں نے کہا میری ٹوپی رستے میں اُڑ گئی ہے۔ انہوں نے جا کر حضرت صاحب سے ذکر کر دیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ ہاں ہم ٹوپی دیں گے۔ مَیں نے پھر مطالبہ نہ کیا بلکہ ایک دو آنے کی ٹوپی خرید لی۔ (دو آنے میں ایک ٹوپی ملتی تھی وہ لے لی اور سر پر رکھ لی۔) کوئی چھ ماہ کے بعد حضرت صاحب نے ایک ٹوپی اور ایک الپا کا کوٹ اور ایک پاپوش عطا فرمائے۔ (الپا کا ایک جانور ہے ساؤتھ امریکہ میں ہوتا ہے جس کی اون سے بڑا نفیس عمدہ گرم کپڑا بنتا ہے تو اُس کا کوٹ اور ایک پاپوش، جوتی عطا فرمائی۔) کوٹ کو تو میں نے پہن لیا اور وہ جلدی پھٹ گیا اور ٹوپی میں نے سر پر رکھ لی۔ جوتی جو تھی مَیں نے اپنے والد صاحب کو پہنا دی۔ گھر جاتے ہوئے رستے میں ایک شخص ڈپٹی رینجر نے مجھے کہا کہ میر صاحب! آپ کے سر پر جو ٹوپی ہے وہ میلی ہو گئی ہے، میں آپ کو امرتسر سے نئی ٹوپی لا دیتا ہوں۔ میں نے کہا اس کے مرتبہ کی ٹوپی کہیں نہیں مل سکتی۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ کہنے لگا وہ کس طرح؟ میں نے کہا یہ مسیح پاک کے سر پر دو سال رہی ہے۔ اُس نے کہا اچھا۔ وہ نیک فطرت تھا۔ چنانچہ وہ بھی بعد میں پھر حضور کا مرید ہو گیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 179-180۔ روایت میاں وزیر محمد خان صاحبؓ)

حضرت مولوی عزیز دین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جتنی دفعہ مجھے حضرت صاحب سے آ کر ملاقات کا موقع ملا، قریباً پچاس ساٹھ یا ستر دفعہ کا واقعہ ہو گا۔ آتے ہی حضرت صاحب کے پاس اپنی پگڑی اتار کر رکھ دیتا تھا اور حضرت صاحب کے دونوں ہاتھوں کو اپنے سر پر ملتا تھا اور جب تک میں ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا حضرت صاحب نے کبھی ہاتھ کھینچنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میری عمر اکاسی سال کی ہے، میں کبھی بیمار نہیں ہوا۔ البتہ قادیان میں ہی ایک دو چوٹیں معمولی سی لگی ہیں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 218-219۔ روایت مولوی عزیز دین صاحبؓ)

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ ولد شیخ مسیتا صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح بقیہ صفحہ 6 پر

’’اے پیارے طالع‘‘

خلافت کے ہیرے، وفا کے حوالے، مجسم اجالے، مرے پیارے طالع

خلافت کے عاشق، دل و جاں اُسی پر فدا کرنے والے، مرے پیارے طالع

تو تھا نیک طینت، تو تھا پاک صورت، نہ تھی دل میں تیرے کوئی بھی کدورت

خدا کے پیارے نے خود دی شہادت، تو تھا نیک طالع، مرے پیارے طالع

زہے تیری قسمت کہ پائی شہادت، ملی اس پہ تجھ کو خلافت کی الفت

خلافت سے اپنے سبھی عہد و پیماں وفا کرنے والے، مرے پیارے طالع

جو عشق و محبت کا دم بھر رہا ہے، اُسے تیرے آقا نے یہ کہہ دیا ہے

ہے وعدہ نبھانا تو مشعل سے تیری وہ مشعل جلا لے، مرے پیارے طالع

جو ہے اہلِ دل وہ، نہ کیوں رشک اُس پر، کرے جان و دل سے، کہ شفقت سے جس کو

خدا کا نبی خود گلے سے لگا لے، کہ آ میرے طالع، مرے پیارے طالع

مرے پیارے آقا، نظر ہو کرم کی تو مجھ جیسے پتھر بھی بن جائیں ہیرے

ملے پھر یہ تمغہ ترے پاک منہ سے، کہ ’’اے پیارے طالع‘‘، مرے پیارے طالع

نجم ثاقب

آج کی دعا

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۱۹﴾

(المائدہ: 119)

ترجمہ: اگر تُو انہیں عذاب دے تو آخر یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو یقیناً تُو کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

یہ حضرت مسیح ابنِ مریمؑ علیہ السلام کی اپنی قوم کے لئے بخشش اور رحم کی عاجزانہ دعا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن اللہ حضرت عیسیٰ ابنِ مریم سے کہے گا کہ کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہے گا پاک ہے تُو۔ مجھ سے ہو نہیں سکتا کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہ ہو۔ اگر میں نے وہ بات کہی ہوتی تو ضرور تُو اسے جان لیتا۔ تُو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے۔ یقیناً تُو تمام غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ میں نے تو انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جو تُو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی ربّ ہے۔ اور میں ان پر نگران تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پس جب تُو نے مجھے وفات دے دی، فقط ایک تُو ہی ان پر نگران رہا اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے۔

(المائدہ 117-118)

اس سارے مکالمہ کے بعد حضرت عیسیٰؑ اپنی قوم کے لئے مندرجہ بالا پیارے الفاظ میں خدا کے حضور رحم و بخشش کی دعا کریں گے۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

قدسیہ نور والا۔ ناروے

احکام خداوندی

قسط نمبر 14

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے بند کرتا ہے۔''

(کشتی نوح)

امثال القرآن قسط 2

''قرآن شریف پر تدبر کرو۔ اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے۔ اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں۔''

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

آج کے اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں استعارے اور مثالیں نہیں بیان ہوئیں۔ بلکہ وہ ہر بات کو ظاہری رنگ میں پورا ہونا سمجھتے ہیں جس سے وہ قرآن پاک کی توہین کرتے ہیں۔ لیکن اللہ بار بار مثالیں دے کے سمجھاتا ہے اور یہی کہتا ہے کہ ہدایت تومتقیوں کے لئے ہے۔ اس لئے ان امثال کو سمجھنے کے لئے متقی ہونا شرط ہے۔ اللہ ہمیں متقی اور ثابت قدم بنائے آمین۔

آیئے! دیکھتے ہیں کہ آخر اللہ تعالیٰ مثالیں کیوں دیتا ہے؟

اسلام اور دیگر مذاہب کی مثال

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔

(ابراہیم :25تا27)

کیا تو نے غور نہیں کیا کہ کس طرح اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک کلمہء طیّبہ کی ایک شجرہء طیّبہ سے۔ اس کی جڑ مضبوطی سے پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ ہر گھڑی اپنے ربّ کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے۔ اور اللہ انسانوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ اور ناپاک کلمے کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے جو زمین پر سے اُکھاڑ دیا گیا ہو۔ اس کے لئے (کسی ایک مقام پر) قرار مقدر نہ ہو۔

نبی اور جھوٹا مدعی برابر نہیں ہوسکتے

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

(ہود:18)

پس کیا وہ جو اپنے ربّ کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہے اور اس کے پیچھے اس کا ایک گواہ آنے والا ہے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بطور امام اور رحمت موجود ہے (وہ جھوٹا ہوسکتا ہے؟) یہی (اس موعود رسول کے مخاطبین بالآخر) اسے مان لیں گے۔ پس جو بھی احزاب میں سے اس کا انکار کرے گا تو آگ اس کا موعود ٹھکانا ہوگی۔ پس اس بارہ میں تُو کسی شک میں نہ رہ۔ یقیناً یہی تیرے ربّ کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

مچھر کی مثال بیان کرنے کی حقیقت

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ۔

(البقرہ:27)

اللہ ہرگز اس سے نہیں شرماتا کہ کوئی سی مثال پیش کرے جیسے مچھر کی بلکہ اُس کی بھی جو اُس کے اوپر ہے۔ پس جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو ایمان لائے تو وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے ربّ کی طرف سے حق ہے۔ اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جنہوں نے انکار کیا تو وہ کہتے ہیں (آخر) یہ مثال پیش کرنے سے اللہ کا مقصد کیا ہے۔ وہ اس (مثال) کے ذریعہ سے بہتوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہتوں کو اس کے ذریعہ سے ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں ٹھہراتا۔

ہدایت یافتہ اور ہدایت سے عاری شخص برابر نہیں ہوسکتے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

(النحل: 77)

نیز اللہ دو شخصوں کی مثال بیان کرتا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک گونگا ہے جو کسی چیز پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے مالک پر ایک بوجھ ہے۔ وہ اسے جس طرف بھی بھیجے وہ کوئی خیر (کی خبر) نہیں لاتا۔ کیا وہ شخص اور وہ برابر ہو سکتے ہیں جو عدل کا حکم دیتا ہے اور سیدھے راستے پر (گامزن) ہے؟

مشرک اور مومن کی مثال

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

(النحل:76)

نیز اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک بندے کی جو کسی کی ملکیت ہو اور وہ کسی چیز پر کوئی قدرت نہ رکھتا ہو اور اس کی بھی جسے ہم نے اپنی جناب سے اچھا رزق عطا کیا ہو اور وہ اس میں سے خفیہ طور پر بھی خرچ کرتا ہو اور علانیہ بھی۔ کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر اُن میں سے نہیں جانتے۔

حق اور باطل کی مثال

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ۔

(الرعد:18)

اس نے آسمان سے پانی اُتارا تو وادیاں اپنے ظرف کے مطابق بہہ پڑیں اور سیلاب نے اوپر آجانے والی جھاگ کو اٹھالیا۔ اور وہ جس چیز کو آگ میں ڈال کر دہکاتے ہیں تا کہ زیور یا دوسرے سامان بنائیں اس سے بھی اسی طرح کی جھاگ اٹھتی ہے اسی طرح اللہ سچ اور جھوٹ کی تمثیل بیان کرتا ہے۔ پس جو جھاگ ہے وہ تو بے کار چلی جاتی ہے اور جو انسانوں کو فائدہ پہنچاتا ہے تو وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔

مریم اور فرعون کی بیوی کی مثال

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۔

(التحریم: 12-13)

اور اللہ نے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے۔ جب اس نے کہا اے میرے ربّ! میرے لئے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی عصمت کو اچھی طرح بچائے رکھا تو ہم نے اس (بچے) میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا اور اس (کی ماں) نے اپنے ربّ کے کلمات کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی بھی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

(700 احکام خداوندی از حنیف محمود)

سید عمار احمد

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

درباره مختلف ممالک وشہور

قسط 6

ارشادات برائے ہوشیار پور اور جالندھر

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

میں نے سنا ہے کہ جب اول ہی اول انگریز آئے تو ہوشیار پور میں کسی مؤذن نے اونچی اذان کہی؛ چونکہ ابھی ابتدا تھی اور ہندوؤں اور سکھوں کا خیال تھا کہ یہ بھی اونچی اذان کہنے پر روکیں گے۔ یا ان کی طرح اگر گائے کو کسی سے زخم لگ جاوے، تو اس کا ہاتھ کاٹیں گے۔ اس اونچی اذان کہنے والے مؤذن کو پکڑ لیا۔ ایک بڑا ہجوم ہو گیا اور ڈپٹی کمشنر کے سامنے وہ لایا گیا۔ بڑے بڑے رئیس مہاجن جمع ہوئے اور کہا حضور! ہمارے آٹے بھرشٹ ہو گئے۔ ہمارے برتن ناپاک ہو گئے۔ جب یہ باتیں اس انگریز کو سنائی گئیں تو اسے بڑا تعجب ہوا کہ کیا بانگ میں ایسی خاصیت ہے کہ کھانے کی چیزیں ناپاک ہو جاتی ہیں۔ اس نے سررشتہ دار سے کہا کہ جب تک تجربہ نہ کر لیا جاوے اس مقدمہ کو نہ کرنا چاہیے؛ چنانچہ اس نے مؤذن کو حکم دیا کہ تو پھر اسی طرح بانگ دے وہ ڈرا کہ شاید دوسرا جرم نہ ہو، مگر جب اس کو تسلی دی گئی اس نے اسی قدر زور سے بانگ دی۔ صاحب بہادر نے کہا کہ ہم کو تو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ سررشتہ دار سے پوچھا کہ تم کو کوئی ضرر پہنچا۔ اس نے بھی کہا کہ حقیقت میں کوئی ضرر نہیں۔ آخر اس کو چھوڑ دیا گیا اور کہا گیا۔ جاؤ جس طرح چاہو بانگ دو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! یہ کس قدر آزادی ہے اور کس قدر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے! پھر ایسے احسان پر اور ایسے انعام صریح پر بھی اگر کوئی دل گورنمنٹ انگریزی کا احسان محسوس نہیں کرتا۔ وہ دل بڑا کافر نعمت اور نمک حرام اور سینہ سے چیر کر نکال ڈالنے کے لائق ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 432 جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

بات یہ ہے کہ نیک بختی اور تقویٰ کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور سعادت کی راہیں اختیار کرنی چاہئیں۔ تب ہی کچھ ہوتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ (الرعد: 12) خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ خود قوم اپنی حالت کو تبدیل نہ کرے۔ خواہ نخواہ کے ظن کرنے اور بات کو انتہا تک پہنچانا بالکل بے ہودہ بات ہے۔ ضروری بات یہ ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، اتلافِ حقوق اور بدکاریوں سے باز آئیں۔ یہ بات خوب طور پر ثابت ہے کہ بعض اوقات جب ایک بدی کرتا ہے تو وہ سارے شہر اور گھر کی ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے۔ پس بدیاں چھوڑ دیں کہ وہ ہلاکت کا موجب ہیں۔ جالندھر اور ہوشیار پور کے 80 گاؤں مبتلا ہیں۔ پھر کیوں غفلت کی جاوے۔ اور گورنمنٹ پر جاہلانہ طور پر بدگمانی نہ کرو۔

اگر تمہارا ہمسایہ بدگمانی کرتا ہو تو اسے سمجھا دو۔ کہاں تک انسان غفلت کرے گا۔ اس دن سے ڈرنا چاہیے جب ایک دفعہ ہی وبا آ پڑے اور تباہ کر ڈالے۔ حدیث میں آیا ہے کہ قبل از وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ خوف و خطر میں جب انسان مبتلا ہوتا ہے تو ایسے وقت میں تو ہر شخص دعا اور رجوع کر سکتا ہے۔ سعادت مند وہی ہے جو امن کے وقت دعا کرے۔ انسان ان لوگوں کی حالت کو معائنہ کرے جو اس خطرہ میں مبتلا ہیں۔ یہاں سے تو بہت قریب ہے۔ آدمی وہاں کے حالات دریافت کرے۔ ابھی تک جالندھر کے ضلع میں ترقی پر ہے۔ گو ہوشیار پور کے ضلع میں کمی پر ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 239-240 جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

طاعون کا قاعدہ ہے کہ وہ سخت پرواز کر کے پرندے کی طرح دوسرے مقام میں پہنچتی ہے۔ اس کی رفتار میں ایسا نظام نہیں ہے کہ منزل بہ منزل جاوے بلکہ دو چار سو کوس کا فاصلہ طے کر کے یکلخت جا پہنچتی ہے۔ اب بمبئی اور جالندھر کی ہی بابت خیال کرو کہ ان میں کس قدر فاصلہ ہے۔ اب بتلاؤ کہ انسان اس کے جالندھر میں پہنچنے کی بابت کیا نظام رفتار کا قائم کر سکتا ہے۔ الغرض اس کی رفتار کی نسبت کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آج عافیت سے گزرتی ہے کل کیا ہو۔ یہ خطرناک بات ہے۔ اس کے دورے بڑے لمبے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ساٹھ ساٹھ سال تک اس کا دورہ ہوتا ہے اور یہ ایک مسلم اور مقبول بات ہے۔ ہیضہ کی طرح نہیں کہ ساون بھادوں کے مہینے میں آ گیا اور بیس پچیس دن رہ کر رخصت ہوا۔ طاعون کو حکیموں نے نیزے سے مارنے والی لکھا ہے۔ طاعون مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا نشانہ خطا نہیں جاتا۔ اور بکثرت اموات ہوتی ہیں۔ تورات میں بھی اس کا ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں یہودیوں پر پڑی تھی۔ تورات میں خدا نے جہاں پھوڑوں کی مار سے ڈرایا ہے اس سے طاعون ہی مراد ہے۔ قرآن کریم میں بھی یہودیوں کو نافرمانی پر طاعون سے ہلاک کرنے کا ذکر ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 228 جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’ابتلا کے وقت ہمیں اندیشہ اپنی جماعت کے بعض ضعیف دلوں کا ہوتا ہے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے صاف آواز آوے کہ تو مخذول ہے اور تیری کوئی مراد ہم پوری نہ کریں گے تو قسم ہے مجھے اس کی ذات کی اس عشق و محبت الٰہی اور خدمت دین میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی۔ اس لئے کہ میں تو اسے دیکھ چکا ہوں۔‘‘ پھر یہ پڑھا: هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِيًّا۔ (مریم: 66)

(ملفوظات جلد اول صفحہ 411 جدید ایڈیشن)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ فرماتے ہیں:

مجھے خوب یاد ہے اور میں نے اپنی نوٹ بک میں اس کو لکھ رکھا ہے کہ جالندھر کے مقام پر ایک شخص نے حضرت اقدس امام صادق حضرت میرزا صاحبؑ کی خدمت میں سوال کیا کہ آپ کی غرض دنیا میں آنے سے کیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ ’’میں اس لئے آیا ہوں تا لوگ قوت یقین میں ترقی کریں۔‘‘

ایک اور بات بھی ہے جو میری نوٹ بک میں درج ہے اور وہ واقعہ بھی اسی جالندھر کا ہے۔ ہماری جماعت کے ایک آدمی ہمارے بھائی منشی محمد اروڑا صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ایمان کتنی طرح کا ہوتا ہے؟ آپ نے جو جواب اس کا فرمایا، بہت ہی لطیف اور سلیس ہے۔

فرمایا ’’: ایمان دو قسم کا ہوتا ہے۔ موٹا اور باریک۔ موٹا ایمان تو یہی ہے کہ دین العجائز پر عمل کرے اور باریک ایمان یہ ہے کہ میرے پیچھے ہو لے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 1-2 جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

وجودی مذہب والوں نے کیا بنایا۔ انہوں نے کیا معلوم کیا جو ہم کو معلوم نہ تھا؟ بنی نوع کو انہوں نے کیا فائدہ پہنچایا؟ ان ساری باتوں کا جواب نفی میں دینا پڑے گا۔ اگر کوئی ضد اور ہٹ سے کام نہ لے تو ذرا بتائے تو سہی کہ خدا تو محبت اور اطاعت کی راہ بتاتا ہے؟ چنانچہ خود قرآن شریف میں اس نے فرمایا ہے:

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرۃ: 166) اور فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ (البقرۃ: 201) پھر کیا دنیا میں کبھی یہ بھی ہوا ہے کہ بیٹا باپ کی محبت میں فنا ہو کر خود باپ بن جائے۔ باپ کی محبت میں فنا تو ہو سکتا ہے، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ باپ ہی ہو جاوے۔ یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ فناء نظری ایک ایسی شے ہے جو محبت سے ضرور پیدا ہوتی ہے، لیکن ایسی فنا جو درحقیقت بہانہ فنا کا ہو اور ایک جدید وجود کے پیدا کرنے کا باعث بنے کہ میں ہی ہوں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جن لوگوں میں تقویٰ اور ادب ہے اور جنہوں نے لَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ (بنی اسراءیل: 37) پر قدم مارا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ وجودی نے جو قدم مارا ہے وہ حد ادب سے بڑھ کر ہے۔ بیسیوں کتابیں ان لوگوں نے لکھی ہیں، مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی وجودی اس بات کا جواب دے سکتا ہے کہ واقعی وجودی میں خدا ہے؟ یا تصور ہے؟ اگر خدا ہی ہے۔ تو کیا یہ ضعف اور یہ کمزوریاں جو آئے دن عاید حال رہتی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی صفات ہیں؟ ذرا بچہ یا بیوی بیمار ہو جاوے تو کچھ نہیں بنتا اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جاوے مگر خدا تعالیٰ چاہے تو شفا دے سکتا ہے؛ حالانکہ وجودی کے اختیار میں یہ امر نہیں ہے۔ بعض وقت مالی ضعف اور افلاس ستاتا ہے؛ بعض وقت گناہ اور فسق و فجور بے ذوقی اور بے شوقی کا موجب ہو جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ کے شامل حال بھی یہ امور ہوتے ہیں؟ اگر خدا ہے تو پھر اس کے سارے کام کُنۡ فَیَکُوۡنُ سے ہونے چاہئیں؛ حالانکہ یہ قدم قدم پر عاجز اور محتاج ٹھوکریں کھاتا ہے افسوس وجودی کی حالت پر کہ خدا بھی بنا پھر اس سے کچھ نہ ہوا۔ پھر عجب تر یہ ہے کہ یہ خدائی اس کو دوزخ سے نہیں بچا سکتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ (الزلزال: 9) پس جب کوئی گناہ کیا تو اس کا خمیازہ بھگتنے کے لئے جہنم میں جانا پڑا اور ساری خدائی باطل ہو گئی۔ وجودی بھی اس بات کے قائل ہیں کہ فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّۃِ وَ فَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ (الشوریٰ: 8) جب کہ وہاں بھی انسانیت کے مجسم بنے رہے، تو پھر ایسی فضول بات کی حاجت ہی کیا ہے جس کا کوئی نتیجہ اور اثر ظاہر نہ ہوا۔ غرض یہ لوگ بڑے بیباک اور دلیر ہوتے ہیں اور چونکہ اس فرقہ کا نتیجہ اباحت اور بے قیدی ہے اس لئے فرقہ بڑھتا جاتا ہے۔ لاہور، جالندھر اور ہوشیار پور اضلاع میں اس فرقہ نے اپنا زہر بہت پھیلایا ہے۔ غور کر کے اس کے نتائج پر نظر کرو۔ بجز اباحت کے اور کچھ معلوم نہیں دیتا۔ یہ لوگ صوم و صلوٰۃ کے پابند نہیں اور ہو بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ خدا سے ڈرنا جس پر نجات کا مدار اور اعمال کا انحصار ہے وہ ان میں نہیں ہے۔ بعض بالکل دہریوں کے رنگ میں ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 285-287 جدید ایڈیشن)

دوسرا سوال یہ تھا کہ معجزہ کی قسم کے بعض امور اور لوگ بھی دکھاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں قصوں کو نہیں سنتا یہ جو فرانس یا کسی اور جگہ کے قصے سنائے جاتے ہیں یہ کافی نہیں۔ سب سے پہلا معجزہ تو یہ ہے کہ انسان پاک دل ہو بھلا پلید دل کیا معجزہ دکھا سکتا ہے جب تک خدا سے ڈرنے والا دل نہ ہو تو کیا ہے؟ ضروری ہے کہ متقی ہو اور اس میں دیانت ہو اگر یہ نہیں تو پھر کیا ہے؟ تماشے دکھانے والے کیا کچھ نہیں کرتے جالندھر میں ایک شخص نے بعض شعبدے دکھائے اور اس نے کہا کہ میں مولویوں سے ان کی بابت

کرامت کا فتویٰ لے سکتا ہوں مگر وہ جانتا تھا کہ ان کی اصلیت کیا ہے وہ اس سلسلہ میں داخل ہوگیا اور اس نے توبہ کی۔

جن ملکوں کے قصے بیان کئے جاتے ہیں وہاں اگر معجزات دکھانے والے ہوتے تو یہ فسق و فجور کے دریا وہاں نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ کے نشانات دل پر ایک پاک اثر ڈالتے ہیں اور اس کی ہستی کا یقین دلاتے ہیں مگر یہ شعبدے انسان کو گمراہ کرتے ہیں ان کا خدا شناسی اور معرفت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ یہ کوئی پاک تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں اس لئے کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 381-382 جدید ایڈیشن)

جالندھر سے ایک صاحب تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے عرض کی کہ وہاں وجودیوں کا بہت زور ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ: اصل میں ان لوگوں کا اباحتی رنگ ہے۔ دہریوں میں اور ان میں بہت کم فرق ہے ان کی زندگی بے قیدی کی زندگی ہوتی ہے۔ خدا کے حدود اور فرائض کا بالکل فرق نہیں کرتے۔ نشہ وغیرہ پیتے ہیں، ناچ رنگ دیکھتے ہیں۔ زنا کو اصول سمجھتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک وجودی میرے پاس آیا اور کہا کہ میں خدا ہوں۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا ہوا تھا میں نے اس کے ہاتھ پر زور سے چٹکی کاٹی حتی کہ اس کی چیخ نکل گئی تو میں نے کہا کہ خدا کو درد بھی ہوا کرتا ہے؟ اور چیخ بھی نکلا کرتی ہے؟

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 173 جدید ایڈیشن)

حضرت اقدس امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام بوقت ظہر حسب معمول اندر سے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور مسند کو زیب نشست بخش کر مولوی برہان الدین صاحب جہلمی سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ:

آپ کے چہرہ پر آثار پژمردگی و پریشانی وحیرانی کیسے نظر آرہے ہیں؟

عرض کی کہ حضور وجہ تو صرف یہی ہے کہ اب دوسرا کنارہ یعنی جہان ثانی نظر آرہا ہے کیونکہ بوجہ پیرانہ سالی کے اب عالم آخرت کا بھی خیال رہتا ہے۔ گنتی ہی کے دن اب باقی سمجھنے چاہئے مزید برآں عارضہ ضعف اور بھی اس کے سریع الوقوع ہونے پر شاہد ہے اور ضعف کا یہ باعث ہے کہ ابتدا میں کچھ مراقبہ ونفی و اثبات کا کسی قدر شغل رکھا ہے جس سے یہ عارضہ ضعف لاحق حال ہوگیا ہے۔

یہ سن کر حضرت اقدس نے ایک معنیٰ خیز اور پر معارف لب ولہجہ کے ساتھ فرمایا کہ:

جب یہ حالت ہے تب تو ضرور ہی ان تمام عارضی تحیرات کو یکسو رکھ کر صرف ایک ہی آستانہ بارگاہ ایزدی پر نظر رکھنی چاہیے کیونکہ ہر ایک سعادت کیش ومتلاشی حق روح کا یہی مامن اور یہی ملجا و ماویٰ ہے اور چونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے اس واسطے اب آپ کو باقی ایام زندگی اس جگہ قادیان میں گذارنے چاہئیں اور یہاں آ کر ڈیرا لگادینا چاہیے اور اس شعر پر کاربند ہونا چاہیے۔

؎ چو کار عمر نا پیدا است بارے این اولیٰ
کہ روز واقعہ پیش نگارخود باشید

یہاں تو مقولہ ’’یک درگیر ومحکم گیر‘‘ پر عمل کرنا ضروری و لازمی ہے ہر ایک کے لیے مناسب و واجب ہے کہ حسب استطاعت اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر کے پوری سعی کرے تا کہ ٹھیک وقت پر سفر منزل محبوب حقیقی کے لیے تیاری کر سکے بغیر جوش محبت کے اس راہ پر قدم مارنا بڑا مشکل ہے اور ساتھ ہی اس پر استقلال و استقامت ضروری ہے جب یہ امر حاصل ہو جاوے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جذب القلوب کا عمل بتدریج خود بخود شروع ہو جاوے گا جس سے صادقین کی محبت کی توفیق ملے گی اور اس صیقل تعشق الٰہی سے زنگار آئینہ دل محو ہو کر تزکیہ نفس وتطہیر قلب نصیب ہوگا۔ مگر تلاش حق کا بیج بونا مقدم ہے جس سے صدق وصفا کا پر ثمر نخل پیدا ہوتا ہے اور محبت ذات ربانی کی آب پاشی سے نشوونما پاتا ہے۔

؎ بمنزل جانان رسد ہمان مردے
کہ ہمہ دم در تلاش او دوان باشد

آپ اپنی پہلی حالت کو یاد کریں جبکہ آغاز سال 1886ء میں صرف حِسۡبَۃً لِّلّٰہِ کا جوش آپ کو کشاں کشاں یہاں لایا تھا اور آپ پا پیادہ افتاں و خیزاں اس قدر دور فاصلہ سے پہلے قادیان پہنچے تھے اور جب کہ ہم کو اس جگہ نہ پایا تو اسی بیتابی وبیقراری کے جوش میں تگاپو کر کے پیدل ہی ہمارے پاس ہوشیار پور جا پہنچے تھے اور جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو اس وقت ہم سے جدا ہونا آپ کو بڑا شاق گذرتا تھا اب تو ایسا وقت آ گیا ہے کہ آپ کو آگے ہی قدم مارنا چاہیے نہ یہ کہ الٹا تساہل وتکاہل میں پڑیں۔ اب تو زمانہ بزبان حال کہہ رہا ہے اور نشانات وعلامات سماوی بآواز دہل پکار رہے ہیں کہ

چنیں زمانہ چنیں دور ایں چنیں برکات
تو بے نصیب روی وہ چہ این شقا باشد
فلک قریب زمیں شد ز بارش برکات
کجاست طالب حق تایقین فزا باشد
بجز اسیری عشق رخش رہائی نیست
بدرد او ہمہ امراض را دوا باشد

غرض کہ پوری مستعدی و ہمت سے استقلال دکھلا ویں۔ یہ آثار پژمردگی میں برمحل معلوم نہیں ہوتے۔ یہاں کا رہنا تو ایک قسم کا آستانہ ایزدی پر رہنا ہے۔ اس حوض کوثر سے وہ آب حیات ملتا ہے کہ جس کے پینے سے حیات جاودانی نصیب ہوتی ہے جس پر ابدالآباد تک موت ہرگز نہیں آسکتی۔ اچھی طرح کمربستہ ہو کر پورے استقلال سے اس صراط مستقیم کے راہ رو بنیں اور ہر قسم کی دنیوی روکاوٹوں اور نفسانی خواہشات کی ذرہ پروا نہ کر کے اللہ تعالیٰ کے صادق مامور کی پوری معیت کریں تا کہ حکم کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119) کی فرمانبرداری کا سنہری تمغہ آپ کو حاصل ہو۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 316-318 جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

طاعون کو دیکھا ہے کہ پہلے ہنود میں آتی ہے۔ بمبئی، سیالکوٹ، جالندھر وغیرہ میں، پہلے ہنود سے شروع ہوئی اور جب مسلمانوں میں گئی تو بھی ہنود کو شامل کرلیا۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 224 جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

میری جماعت میں بھی ایک شخص مولوی احمد جان صاحب وجودی تھے۔ کبھی انہوں نے مجھ سے اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کی۔ اب تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور ساری عمر اسی میں گذار دی۔

ہم کسی کے زرخرید نہیں۔ ہم تو اسلم اور روشن تر راہ اختیار کرتے ہیں۔ وجودیوں کے کوئی دشمن نہیں۔ ہم تو ان کو قابل رحم سمجھتے ہیں۔

اس پر نو وارد صاحب نے آیت ھُوَالۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ (الحدید: 4) وحدت وجود کے ثبوت میں پیش کی۔

فرمایا:- اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا ہے کہ اس کی تفصیل بعض آیت کی بعض آیت سے ہوتی ہے۔ اول کی تفسیر یہ ہے کہ کَانَ اللّٰہُ وَلَمۡ یَکُنۡ مَّعَہٗ شَیۡءٌ۔ آخر کے معنے کیے کُلُّ مَنۡ عَلَیۡھَا فَانٍ (الرحمٰن:25) ہم تو انہیں معنوں کو پسند کریں گے جو خدا نے بتلائے ہیں۔

افسوس ہے کہ اس زمانہ کے یہودی صوم وصلوٰۃ کے تو پابند ہی نہیں اور قرآن کو بھی کھول کر دیکھا ہی نہیں۔ ہاں میں اپنے اس ملک کی بات کرتا ہوں۔ جس میں جالندھر، بٹالہ، ہوشیار پور، سیالکوٹ وغیرہ شامل ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے شراب خوروں، بھنگیوں اور دہریوں کی مجلس میں اکثر دیکھا ہے۔ اکثر کہتے ہیں کہ وجودی وہ ہے جو خدا کا نام بھی نہ لے بلکہ جو کچھ ہے مخلوق ہے۔ پس یہ لوگ کہتے ہیں کہ اعلیٰ وجودی وہ ہے کہ جس کو لوگ دہریہ کہتے ہیں۔ پس ہر شخص اپنے قول وفعل کا خود مہ دار ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 226 جدید ایڈیشن)

ارشاد برائے ڈلہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

موضع ڈلہ میں گلاب شاہ اور مہتاب شاہ دو بھائی تھے۔ وہ گرنتھ ہی پڑھا کرتے تھے اور یہ معمولی بات ہے کہ ملوک کے خیالات کا مذہب، طرز لباس وغیرہ ہر قسم کے امور کا اخلاقی ہوں یا مذہبی بہت بڑا اثر رعایا پر پڑتا ہے۔ جیسے ذکور کا اثر اناث پر پڑتا ہے۔ اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ (النساء:35) اسی طرح پر رعایا پر ملوک کا اثر ضروری ہے۔ سکھوں کی عملداری میں وہ پگڑیاں باندھا کرتے تھے اور اب تک بھی ریاستوں میں اس کا بقیہ چلا جاتا ہے۔ جب ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے، تو سب ایک ہی لفظ بولا کرتے تھے۔ ’’سکھ ہے‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 403 جدید ایڈیشن)

ارشاد برائے بیروت

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

عیسائی چونکہ لعنت کے مفہوم اور منشاء سے ناواقف تھے، اس لیے مسیح کو ملعون قرار دیتے وقت انہوں نے کچھ نہیں سوچا کہ اس کا انجام آخر کیا ہوگا؟ علاوہ بریں چونکہ عربی سے انہیں بغض تھا، اس لیے عبرانی میں بھی پوری مہارت حاصل نہ کر سکے۔ یہ دونوں زبانیں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں اور عربی جانے والے کے لیے عبرانی کا پڑھنا سہل تر ہے مگر عیسائی بوجہ بغض عبرانی لغت سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکے۔

لعنت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی خدا تعالیٰ سے سخت بیزار ہو جاوے اور خدا تعالیٰ اس سے بیزار ہو جاوے۔ عیسائیوں کے اپنے مطبع کی چھپی ہوئی لغت کی کتابیں جو بیروت سے آئی ہیں۔ ان میں بھی لعنت کے یہی معنے لکھے ہوئے ہیں۔ اور لعین شیطان کو کہتے ہیں۔ مجھے ان لوگوں کی سمجھ پر سخت افسوس آتا ہے کہ انہوں نے اپنے مطلب کی خاطر ایک عظیم الشان نبی کی سخت بے حرمتی کی ہے اور اس کو لعین ٹھہرایا ہے اور انہوں نے اس پر کچھ بھی توجہ نہیں کی کہ لعنت کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ جب تک دل خدا سے برگشتہ نہ ہو لے ملعون نہیں ہوسکتا۔ اب کسی عیسائی سے پوچھو کہ کیا عربی اور عبرانی لغت میں لعنت کے یہ معنی متفق علیہ ہیں یا نہیں؟ پھر اگر دل میں شرارت اور ہٹ دھرمی نہیں ہے اور محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک مذہب کو اختیار کیا جاتا ہے تو کیا ایک لعنت ہی کا مضمون عیسائی مذہب کے استیصال کے لیے کافی نہیں ہے؟ اول غور کرے کہ جب یہ بات مسلم تھی اور پہلے توریت میں کہا گیا تھا کہ وہ جو کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے اور وہ کاذب ہے تو بتاؤ جو خود ملعون اور کاذب ٹھہر گیا وہ دوسروں کی شفاعت کیا کرے گا؟

او خوشتن گم است کرا رہبری کُند

میں سچ کہتا ہوں کہ جب سے ان عیسائیوں نے خدا کو چھوڑ کر الوہیّت کا تاج ایک عاجز انسان کے سر پر رکھ دیا ہے اندھے ہو گئے ہیں ان کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ایک طرف اسے خدا بناتے ہیں۔ دوسری طرف صلیب پر چڑھا کر لعنتی ٹھہراتے ہیں اور پھر تین دن کے لیے ہاویہ میں بھی بھیجتے ہیں۔ کیا وہ دوزخ میں دوزخیوں کو نصیحت کرنے گئے تھے یا ان کے لیے وہاں جا کر کفارہ ہونا تھا؟

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 497-498 جدید ایڈیشن)

(جاری ہے)

ذیشان محمود۔ مبلغ سلسلہ سیرالیون

خلفائے احمدیت کی تحریکات

قسط نمبر 4

احمدی ڈاکٹرز کو اپنے نسخوں کے اوپر ھُوَالشَّافِی لکھنے اور مریضوں کے لئے دعا کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدی ڈاکٹرز کو اپنے نسخہ جات کے اوپر خدا تعالیٰ کی صفتِ شافی اور اس کا ترجمہ لکھنے کے ساتھ ساتھ مریضوں کے لئے دعائیں بھی کرنے کی تحریک فرمائی تھی۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ حالیہ ورچوئل کلاس میں اس خطبہ کا ذکر بھی فرمایا۔ اور اس تحریک کا اعادہ بھی فرمایا۔ ذیل میں حضور انور ایدہ اللہ کے بابرکت الفاظ درج کئے جا رہے ہیں:

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :

’’... پس ہر احمدی ڈاکٹر اور ریسرچ کرنے والے کو اپنے مریضوں کے لئے اس انسانی ہمدردی کے جذبہ سے کام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ڈاکٹرز (ربوہ کے ہسپتالوں میں بھی، افریقہ میں بھی) اپنے نسخوں کے اوپر ھُوَالشَّافِی لکھتے ہیں۔ اگر ہر ڈاکٹر دنیا میں ہر جگہ اس طرح لکھتا ہو اور ساتھ اس کا ترجمہ بھی لکھ دے تو یہ بھی دوسروں پر ایک نیک اثر ڈالنے والی بات ہو گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو بھی جذب کرنے والی ہوی اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ میں شفاء بھی بڑھا دے گا۔ اکثر پرانے ڈاکٹرز تو مجھے امید ہے کہ یہ کرتے ہوں گے لیکن بہت سے نوجوان ڈاکٹرز شاید اس طرف توجہ نہ دیتے ہوں۔ تو ان کو بھی مَیں اس لحاظ سے توجہ دلا رہا ہوں۔

ہر احمدی جو معالج ہے ہمیشہ سب سے پہلے یہ ذہن میں رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی عقل اور علم سے مَیں علاج تو کر رہا ہوں لیکن شافی خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر اس کا اِذن ہو گا تو میرے علاج میں برکت پڑے گی اور ظاہر ہے جب یہ سوچ ہو گی تو پھر ڈاکٹر کی دعا کی طرف بھی توجہ پیدا ہو گی اور جب دعا کی طرف توجہ پیدا ہو گی اور اس کے نتیجے میں اس کے ہاتھ میں شفاء بھی بڑھے گی تو خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین بھی بڑھے گا اور اس طرح روحانیت میں بھی ترقی ہو گی۔ اسی طرح مریض ہیں، ان کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ فلاں ڈاکٹر میرا علاج کرے گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا یا فلاں ہسپتال سب سے اچھا ہے وہاں جاؤں گا تو ٹھیک ہوں گا۔ ٹھیک ہے سہولتوں سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے لیکن مکمل انحصار ان پر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ہمیشہ یہ سوچنا چاہئے کہ شافی خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا اذن ہو گا تو میں شفا پاؤں گا۔ اس لئے جس ڈاکٹر سے بھی ایک مریض علاج کروا رہا ہے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس ڈاکٹر کے ہاتھ میں شفا رکھ دے اور اسے صحیح راستہ سجھائے۔ ہر احمدی کو یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفا دے تو اس کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے شفا دے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 دسمبر 2008ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 09 جنوری تا 15 جنوری 2009ء)

جب نسخہ لکھیں تو نسخے کے اوپر ھُوَالشَّافِی لکھیں

واقفین نو بنگلہ دیش کی امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے (آن لائن) ملاقات منعقدہ مؤرخہ 30 جنوری 2021ء میں ایک اور واقفِ نَو ڈاکٹر محمود احمد نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ پیارے حضور حال ہی میں میری تقرری بطور ڈاکٹر لائبیریا میں ہوئی ہے اس لیے آپ سے دعا کی درخواست کرتا ہوں اور آپ سے رہنمائی و ہدایت کا طلبگار ہوں۔

حضور انور نے فرمایا: خاص ہدایت یہ ہے کہ وہاں جا کے خدمت کے جذبہ سے افریقی لوگوں کی خدمت کریں، افریقی قوم ایسی ہے کہ اگر صحیح طور پر ان کی خدمت کریں ان سے اچھا سلوک کریں تو وہ آپ لوگوں کے شکر گزار بھی ہوتے ہیں اور اس سے ان کو خوشی بھی ہوتی ہے کہ جماعت ہماری خدمت کر رہی ہے۔ اور اگر اپنا نمونہ اچھا نہیں دکھائیں گے تو ایک وقف ڈاکٹر کی بجائے آپ جماعت کو بدنام کرنے والے ہوں گے۔ اس لیے ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ وہاں اللہ کی خاطر خدمتِ خلق کے جذبہ سے جا رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو بھی راضی کرنا ہے اور لوگوں کی بھی خدمت کرنی ہے اور یہ جذبہ ہمیشہ قائم رکھنا ہے۔

ایک اَور واقف نو ڈاکٹر اطہر احمد سوہاگ نے پیارے حضور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی اور ہدایت طلب کی کہ میں وقف کر کے اب احمد نگر میں جماعت کے ہسپتال / کلینک میں کام شروع کرنے والا ہوں۔

حضور انور نے فرمایا: محنت سے کام کریں اور دعا کریں۔ پہلے ڈاکٹر کو میں نے نہیں کہا تھا اس کے لیے بھی یہی ہدایت ہے ان کو بھی یہ باتیں یاد رکھنی چاہئیں کہ مریض کو شفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ جب مریض کو دیکھیں تو دعا کر کے دیکھیں۔ جب نسخہ لکھیں تو نسخے کے اوپر ’’ھُوَالشَّافِی‘‘ لکھیں۔ ایک دفعہ مَیں نے خطبہ میں بھی اس کا ذکر کیا تھا۔ اور پھر جب مریض کو دیکھ لو تو رات کو جو نمازیں پڑھو تو نماز میں ان مریضوں کے لیے دعا کرو جن کو دیکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے اور ہاتھ میں شفا رکھے اور برکت ڈالے۔ اور ہر مریض سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ خوش اخلاقی سے پیش آؤ گے، مریض کو دیکھو گے تو مریض کی آدھی بیماری ڈاکٹر کی باتوں سے ہی دور ہو جاتی ہے اور آدھی بیماری پھر دوائیاں دے کے دور ہوتی ہے۔ اگر آپ اچھی طرح مریض سے پیش آئیں گے تو آدھی بیماری اس کی دور ہو جائے گی۔ دوائی دیں اور دعا کریں تو باقی مریض بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ میں شفا رکھے گا۔ زیادہ سے زیادہ مریض آپ کے پاس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کے لیے ان کو شفا عطا کرے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(الفضل انٹرنیشنل 23 فروری 2021ء)

بقیہ: دربارِ خلافت ...... از صفحہ 2

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد مبارک میں نماز سے فارغ ہو کر تشریف رکھتے تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہتی، کیونکہ ہم یہ جانتے تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نکات بیان فرما کر محبتِ الٰہی کے جام ہم پئیں گے اور ہمارے دلوں کے زنگ دور ہوں گے۔ سب چھوٹے بڑے ہمہ تن گوش ہو کر اپنے محبوب کے پیارے اور پاک منہ کی طرف شوق بھری نظروں سے دیکھا کرتے تھے کہ آپ اپنے رُخِ مبارک سے جو بیان فرمائیں گے اُسے اچھی طرح سُن لیں۔ یہ حال تھا آپ کے عشاق کا کہ آپ کی باتوں کو سننے سے کبھی ہم نہ تھکے اور حضرت اقدس کبھی اپنے دوستوں کی باتیں سننے سے نہ گھبراتے تھے اور نہ روکتے تھے۔ میں نے کبھی آپ کو سرگوشی سے باتیں کرتے نہیں دیکھا۔

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 94 روایت حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ)

بدر الدین احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کراچی۔ حضرت سراج بی بی صاحبہ دختر سید فقیر محمد صاحب افغان جو حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید مرحوم کے شاگردوں میں سے تھے، اُن کی روایت بیان کرتے ہیں (چھوٹی بچیوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ محبت کیا تھی؟ اُس کا بیان ہو رہا ہے) کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود تنہا باغ میں اُس راستے پر چہل قدمی فرما رہے تھے جو آموں کے درختوں کے نیچے جنوباً شمالاً واقع ہے اور ایک کنوئیں کے متصل جو اب متروک ہے ایک دروازے کے ذریعے جناب مرزا سلطان احمد صاحب کے باغ میں کھلتا ہے۔ مَیں بھی حضور کے پیچھے پیچھے چلتی تھی۔ (باغ میں چہل قدمی ہو رہی تھی، سیر کر رہے تھے، ٹہل رہے تھے، میں بھی حضور کے پیچھے پیچھے چلتی تھی) اور جہاں جہاں حضور کا قدم پڑتا تھا بوجہ محبت کے اُنہی نقشوں پر مَیں بھی قدم رکھتی جاتی تھی۔ مجھے یہ پتہ تھا کہ ایسا کرنے میں برکت حاصل ہوتی ہے۔ کہتی ہیں میری آہٹ سن کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف دیکھا اور پھر دوبارہ چلنا شروع کر دیا‘‘۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 316-317 روایت حضرت سراج بی بی صاحبہؓ بزبان بدر الدین احمد صاحب)

(خطبہ جمعہ 11 مئی 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

مبارکہ شاہین۔ جرمنی

عاجزانہ راہیں

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِي الۡاَرۡضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ ﴿۱۹﴾

(لقمان: 19)

ترجمہ: اور (نخوت سے) انسانوں کے لیے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر۔ اللہ کسی تکبر کرنے والے (اور) فخر و مباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

پیارے نبی ﷺ نے عرفات کے میدان میں اپنے پہلے اور آخری حج کے موقع پر خطبہ سے فارغ ہو کر ظہر وعصر کی نماز ادا فرمائی۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ بعد ازاں وقوف پر آئے۔ جہاں آپ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ پھر آپ غروبِ آفتاب تک نہایت عاجزی اور انکساری کے غلبہ کے ساتھ تضرع اور ابتہال کے ساتھ اپنے رب کے حضور یوں فریاد کرتے رہے۔

ترجمہ: اے اللہ! تو میری بات سنتا ہے اور میری جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں مصیبت زدہ ہوں۔ محتاج ہوں۔ فریادی ہوں۔ پناہ جو ہوں۔ پریشان ہوں۔ ہراساں ہوں۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں۔ اعتراف کرنے والا ہوں۔ تیرے آگے سوال کرتا ہوں۔ جیسے بے کس سوال کرتے ہیں۔ تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں اور تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ جیسے خوفزدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہو۔ اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہو، جس کی گردن تیرے آگے جھکتی ہو، اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں۔ اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کیے ہوئے ہو۔ اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔ اے رب! تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہو جا۔ اے سب مانگے جانے والوں سے بہتر اور سب دینے والوں سے اچھے!

غروبِ آفتاب کے وقت آپ ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے اور اُسامہ بن زید کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا۔ عاجزی اور فروتنی کا یہ عالم تھا کہ اونٹنی کی مہار آپ ﷺ نے اس طرح سمیٹی ہوئی تھی کہ قریب تھا کہ سر کجادہ سے لگ جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت اقدس محمد ﷺ کی قوت قدسی اور فاتحانہ شان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مسکینی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بے کسی کی حالت میں مبعوث کر کے اور پھر ایک قلیل عرصہ جو تیس (30) برس سے بھی کم تھا، ایک عالم پر فتح یاب کیا اور شہنشاہِ قسطنطنیہ و بادشاہان دیارِ شام ومصر وممالک مابین دجلہ وفرات وغیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے ہی عرصہ میں فتوحات کو جزیرہ نما عرب سے لے کر دریائے جیحون تک پھیلایا۔ اور ان ممالک کے اسلام قبول کرنے کی بطور پیشگوئی قرآن شریف میں خبر دی۔ اس حالت بے سروسامانی اور پھر ایسی عجیب وغریب فتحوں پر نظر ڈال کر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزوں نے بھی شہادت دی کہ جس جلدی سے اسلامی سلطنت اور اسلام دنیا میں پھیلا ہے اس کی نظیر صفحہ تواریخ دنیا میں کسی جگہ نہیں پائی جاتی۔

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 19 بقیہ حاشیہ)

اسلام نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کی تعلیم میں ادب اور عجز کا طریقہ سکھا دیا ہے۔ ہر وہ کام جو رحمٰن اور رحیم خدا کی استعانت کے ساتھ شروع کیا جائے وہ بابرکت ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی بہت پیاری تصویر تھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے آقا ومطاع حضرت محمد ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر عاجزانہ راہوں کو اختیار کیا۔ تب خدا تعالیٰ نے جو قدر شناس ہے اس لعل بے بہا کو چُن لیا اور آپ کو فرمایا کہ:

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔"

(تذکرہ ایڈیشن دوم صفحہ 701)

حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹی بیان فرماتے ہیں:

"ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خوکردہ تھا۔ ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے آپ علیہ السلام سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ آپ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں۔ لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تندخو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں۔ اور میں بُت بننے سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ میں تو بُت پرستی کے رد کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بُت بنوں اور لوگ میری پُوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 41-42)

آپ کی ملاقات کی جگہ عموماً مسجد ہی ہوتی تھی۔ لوگ آتے اور آزادی سے آپ سے بات چیت کرتے۔ آپ توجہ اور محبت سے ان کی بات سنتے اور وہ آپ کی محبت سے فیض حاصل کرتے۔ آپ کی طبعیت عاجزانہ رنگ رکھتی تھی۔ اپنی بڑائی کے اظہار سے آپ متنفر تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ چارپائی کے سرہانے کی طرف کوئی دوسرا شخص بیٹھا ہے اور پائنتی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں یا ننگی چارپائی پہ آپ ہیں اور بستر والی چارپائی پہ آپ کا کوئی مرید بیٹھا ہے۔ بسا اوقات ایک نووارد کو دھوکا لگ جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کون ہیں اور کہاں بیٹھے ہیں۔ آپ اپنے خادموں اور مریدوں کے نام بھی ادب سے لیتے۔ اگر کوئی گستاخی سے کلام کرتا تو آپ نرمی سے ہی جواب دیتے۔ آپ کی زندگی اسوہ نبوی کا پرتو تھی۔ گھر کے کام کاج میں کبھی عار محسوس نہ کرتے۔ پیوند لگے جوتے اور کپڑے پہن لیتے۔ آپ کی گھریلو زندگی خَیۡرُکُمۡ خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِہٖ کی مکمل تصویر تھی۔ اندرون خانہ کی خدمت گزار عورتیں بھی آپ کے حسنِ معاشرت کی گواہ تھیں۔ آپ اپنے دوستوں، ملازموں اور غریب لوگوں کی خدمت میں راحت محسوس کرتے۔ دوا پوچھنے والی گنوار عورتوں کی بات کشادہ پیشانی سے سنتے اور دوا بتاتے۔ پھل کا موسم آتا تو اپنے مہمانوں و دوستوں کو باغ میں ساتھ لے کر جاتے اور موسم کا پھل تُڑوا کر سب کے ساتھ مل کر بے تکلفی سے نوش فرماتے۔

آپ علیہ السلام کی عاجزی اور تواضع کا یہ حال تھا کہ اپنا لکھا ہوا مضمون اپنے دوستوں اور خدام کو سناتے تا کہ اگر کوئی بات ہو تو کمی بیشی کی اصلاح ہو سکے۔ حالانکہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے الہام میں آپ کو سلطان القلم فرمایا تھا۔

اپنی اولاد کا بہت اکرام کرتے۔ ان کی ضروریات پہ نظر رکھتے۔ بیٹیوں کی بہت دلداری فرماتے۔ جب چھوٹی عمروں کے تھے تو اُنہیں گود میں لے کر ٹہلتے بھی تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی عجز و فروتنی کے ساتھ اپنے آپ کو لاشئی محض سمجھتے ہوئے خدمتِ دین میں گزاری۔ آپ خود فرماتے کہ جب کوئی دینی ضروری کام آن پڑے تو میں اپنے اوپر کھانا، پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں، جب تک وہ کام ہو نہ جائے۔ آپ کی تحریرات میں جگہ جگہ عاجز، ناچیز، احقر العباد، خاکم، خاک جیسے عاجزانہ الفاظ کا استعمال پایا جاتا ہے۔

کِرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خدا کی راہ میں استقامت اور عجز کے ساتھ قدم اٹھاؤ۔ قویٰ سے کام لو۔ اس کی مدد طلب کرو۔ پھر یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے وارث ہو جاؤ۔

(خطبات نور جلد اول صفحہ 228)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تکبر کو شدید طور پر ناپسند کیا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی ترقیات کے لیے کوشش نہ کرو۔ تم اپنی ترقیات کے لیے جتنی بھی کوشش کرو جائز ہے۔ مگر اس کے بعد تمہیں جتنی بھی ترقی ملے۔ اتنا ہی اپنے آپ کو متواضع بناؤ۔ ورنہ اگر تم متکبر ہو گئے تو خدا تعالیٰ تم سے خوش نہیں ہو گا۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 549)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کے حوالے سے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

تم محض ان عبادتوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر تم اس تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنے اندر عاجزی،ذات تواضع اور اپنے آپ کو حقیر سمجھنے کی ذہنیت پیدا کرنی چاہیے۔

(خطبہ جمعہ 21 جنوری 1966ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۔۔۔عجز کے مقام تو بے شمار ہیں لیکن جب تک اندرونی طور پر آپ کو وہ آنکھ نصیب نہ ہو جو عجز شناسائی بخشتی ہے۔جس سے عجز پہچانا جاتا ہے، اس وقت تک صحیح معنوں میں خدا کی راہ میں آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 اپریل 1990ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عاجزی اور انکساری ایک ایسا خلق ہے جب کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو اس کے ماحول میں اور اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے جس شخص میں یہ خلق پیدا ہوا ہو اس پر انگلی اٹھانے کا موقع نہیں ملتا بلکہ اس خلق کی وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے تعلق رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔۔۔ ایسے لوگ جن کو اپنی بڑائی بیان کر کے اپنے مقام کا اظہار کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ ان کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بلند مقام عاجزی سے ہی ملتا ہے۔۔۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی بچی، ہر احمدی عورت کو اپنے ایمان کی پوشاک ہی پہنائے اور دنیاوی لباس جو دکھاوے کے لباس ہیں ان سے بچائے رکھے۔ اسی طرح مرد بھی اگر دکھاوے کے طور پر کپڑے پہنتے ہیں۔ لباس پہن رہے ہیں تو وہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عاجزی اور انکساری کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جنوری 2004ء)

خدا کے انبیاء عاجزی و زاری کرتے ہوئے خدا کے حضور جھکتے رہتے ہیں اور اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے فضل اور رحمت کے طلب گار رہتے ہیں۔ تورات میں لکھا ہے ”تب موسیٰ نے جلدی سے زمین پر سر جھکایا اور بولا کہ اے خداوند! ہمارے گناہ اور خطائیں معاف فرما۔“

(خروج 34-9)

حضرت داؤد علیہ السلام خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ”میں نے تیرا گناہ کیا“

(زبور:51-3)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کمال فروتنی کا ذکر حدیث میں اس طرح آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عیسیٰ نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اس سے کہا کہ تُو نے چوری کی ہے۔ اس نے کہا، قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں (میں نے چوری نہیں کی) تو عیسیٰ نے کہا، میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں۔

(تجرید بخاری کتاب بدء الخلق صفحہ 634)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت قرآن پاک نے ”حَنِیْف“ بیان فرمائی ہے۔ اور حنیف کا مطلب ہی جھکنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اَسْلِمْ یعنی فرماں بردار ہو جا تو آپ نے فوراً ہی اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْن کا اعلان فرما دیا۔

انبیاء اپنے نمونے سے بنی نوع انسان کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ وہ خدا کے معصوم اور عاجز بندے ہوتے ہیں۔ وہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے خدا کے حضور مخلوق خدا کی اصلاح کے لیے دعائیں اور گریہ و زاری کرتے ہیں۔

ہمارے نبی پاک ﷺ کی تواضع و انکساری کا تو یہ حال تھا کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ اے ہمارے آقا اور ہمارے آقا کے فرزند ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے فرزند۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تقویٰ سے کام لو۔ شیطان تمہیں بُھسلا نہ دے۔ میں عبد اللہ کا بیٹا محمد ہوں۔ خدا کا بندہ ہوں اور رسول ہوں۔ خدا نے مجھے جو مرتبہ بخشا ہے اس سے آگے نہ بڑھاؤ۔

(مسلم،کتب الفضائل باب من فضائل ابراھیم الخلیل)

پیارے نبی ﷺ خدا تعالیٰ کی عنایت خاص سے انتہائی عظمت کے مقام پر فائز تھے۔ آپ ﷺ کے انکسار طبعی کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ خود دوسروں کا اعزاز و اکرام فرماتے۔ کوئی آتا تو اپنی چادر بچھا دیتے، مجلس میں بیٹھتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے باتیں کرتے۔ جب کوئی شخص بات کرتا تو اس کی بات توجہ سے سنتے اور اس وقت تک منہ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ پھیرے۔ ناپسندیدہ آدمی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے۔ اپنی بیویوں کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتے۔ اپنے بال بچوں پہ بہت مہربان تھے۔ آپ ﷺ کے لباس و بستر اور کلام میں بھی سادگی تھی۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع یعنی فروتنی اختیار کرو تا کہ کوئی ایک دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ریاض الصالحین حصہ دوم صفحہ 290)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کی طرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبر اور ناز کرتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ذات کچھ بھی چیز نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ جو سید ولد آدم اور افضل الانبیاء ہیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف طور پر فرمایا کہ اے فاطمہ! تو اس رشتہ پر بھروسہ نہ کرنا کہ میں پیغمبر زادی ہوں۔

قیامت کو یہ ہرگز نہیں پوچھا جائے گا کہ تیرا باپ کون ہے۔ وہاں اعمال کام آئیں گے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دُور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے۔ کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ اور تکبر ایسی شئے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 188-189)

حقیقت یہ ہے کہ انکسار و تواضع وہ عزت کی راہ ہے جو خدا تعالیٰ کو محبوب ہے۔ خدا کے لیے تواضع اختیار کرنے سے انسان درحقیقت مکرم و معزز بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عباد الرحمٰن کی یہ اعلیٰ صفت بیان فرمائی ہے:

(ترجمہ) اور رحمٰن کے سچے بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ (لڑتے نہیں بلکہ) کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے لیے سلامتی کی دُعا کرتے ہیں۔

اس آیت میں رحمٰن خدا کے بندوں کی تعریف یہ فرمائی گئی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے بلکہ عاجزانہ راہوں کو ختیار کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ زمانے کے امام حکم و عدل یہ بھی فرماتے ہیں:

جو شخص بدی کے مقابل پر بدی نہیں کرتا اور معاف کرتا ہے وہ بلاشبہ تعریف کے لائق ہے۔ مگر اس سے زیادہ وہ شخص تعریف کے لائق ہے جو عفو یا انتقام کا مقید نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہو کر مناسب وقت کام کرتا ہے۔ کیونکہ خدا بھی ہر ایک کے مناسب حال کام کرتا ہے جو سزا کے لائق ہے اس کو سزا دیتا ہے۔ جو معافی کے لائق ہے اس کو معاف کر دیتا ہے۔۔۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، صفحہ 426)

شوخی و کبر دیو لعیں کا شعار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو خاکسار ہے

مخبر صادق حضرت محمد ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے وعدہ کے موافق مسیح ابن مریم کی خصلت اور رنگ میں بھیج کر آپ کو عیسیٰ اور مسیح کا نام دے کر آپ کی متواضعانہ عادت اور عاجزانہ طبیعت کی طرف رہنمائی فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل صافی میں خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے کلام کی عظمت موجزن تھی۔ آپ حرمات اللہ اور شعائر کی عظمت کا بہت خیال رکھتے۔

آپ خود فرماتے ہیں: مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور اس کے سب نُوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔

(کشتی نوح، صفحہ 56)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے بے شمار نشان آسمان پر ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ مخالفین احمدیت بدظنی اور تکبر کی راہیں چھوڑ کر اس مہدی معہود و مسیح موعود علیہ السلام کو پہچان کر اس کو قبول کرنے والے ہوں۔

ہم بھی عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے انکساری و خشوع کے جذبات سے دین اور انسانیت کے خادم بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنے فضل و کرم و رحم سے نوازتا چلا جائے۔ (آمین)

انصر رضا۔ واقف زندگی، کینیڈا

اتمام نعمت کا کیا مطلب ہے؟

ختم نبوّت کے بارے میں غیر احمدی علماء کی طرف سے عوام میں ایک اور غلط فہمی یہ پیدا کی جاتی ہے کہ سورۃ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیت کے مطابق دین اسلام اور شریعت کی تکمیل ہوچکی ہے اور نعمت یعنی نبوّت تمام ہوچکی ہے لہٰذا اب کسی نبی کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا۔۔۔

(المائدۃ:4)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کرلیا ہے۔

اتمام نعمت کے جو معنیٰ غیر احمدی علماء کی طرف سے کئے جاتے ہیں وہ ان کی بددیانتی اور دھوکہ دہی کی بدترین مثال ہیں۔ اتمام نعمت کا یہ مطلب لینا کہ نبوت اب ختم ہوگئی ہے، قرآن مجید کی رو سے بالکل جائز نہیں۔ سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی رویاء سنائی تو انہوں نے کہا:

وَ کَذٰلِکَ یَجۡتَبِیۡکَ رَبُّکَ وَ یُعَلِّمُکَ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ وَ یُتِمُّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ عَلٰۤی اٰلِ یَعۡقُوۡبَ کَمَاۤ اَتَمَّہَا عَلٰۤی اَبَوَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ٪

(یوسف:7)

اور اسی طرح تیرا رب تجھے (اپنے لئے) چن لیگا اور تجھے معاملات کی تہہ تک پہنچنے کا علم سکھا دیگا اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کریگا اور آل یعقوب پر بھی جیسا کہ اس نے اسے تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر پہلے تمام کیا تھا۔ یقیناً تیرا رب دائمی علم رکھنے والا (اور) حکمت والا ہے۔

اگر نعمت تمام کرنے کا مطلب نبوت کا ختم کرنا ہے تو مندرجہ بالا آیت کریمہ کے مطابق یہ اتمام نعمت تو پہلے ابراہیمؑ پر پھر حضرت اسحٰقؑ پر اور پھر حضرت یوسفؑ پر ہوا۔ ایسی صورت میں نبوت بار بار ختم کر کے پھر جاری کرنا ایک مضحکہ خیز عمل بن جاتا ہے۔ علیم و حکیم خدا ایسی باتوں سے پاک ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ سورہ مائدہ کی مندرجہ بالا آیت نبوت کو ہر طرح سے ختم سمجھنے کا عقیدہ رکھنے والوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔

محمد عمر تیارپوری۔ کوآرڈینیٹر علی گڑھ یونیورسٹی

رشتہ کرنے کے زریں اُصول

مذہب اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اس نے ایک مکمل ضابطۂ حیات دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور ایسے جامع اور مانع اصول مرتب کئے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا کی ہر قوم اس کا تعلق کسی مذہب اور کسی فرقہ سے ہو خوشگوار اور کامیاب زندگی گذار سکتی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر ایک کے جوڑے پیدا کئے ہیں مخلوقات میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کے جوڑے نہ بنائے گئے ہوں۔ پھر انسان جس کو اشرف المخلوقات کا اعزاز حاصل ہے۔ اس دائرہ سے باہر کیوں کر ہوسکتا ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ انسانوں نے اپنے خود ساختہ کچھ اصول بنائے ہیں۔ ایک فریم اور چوکھٹا بنا رکھا ہے۔ مرد ہو یا عورت اس معیار پر اُترتے ہیں تو رشتے طے ہوتے ہیں ورنہ نہیں۔ محسن انسانیت حضرت محمد عربی ﷺ نے رشتہ طے کرنے کا بہترین اصول اور رہنما خط مرتب کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

کسی عورت سے نکاح کرنے کی چار ہی بنیادیں ہوسکتی ہیں یا تو اس کے مال کی وجہ سے یا اس کے خاندان کی وجہ سے یا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس کی دینداری کی وجہ سے۔ لیکن تو (اے مؤمن) دیندار عورت کو ترجیح دے، اللہ تیرا بھلا کرے اور تجھے دیندار عورت ملے۔

(بخاری، کتاب النکاح)

یعنی معاشرہ میں سماج میں اور گھروں میں رشتہ کے انتخاب کا معاملہ آتا ہے تو عام طور پر لوگ چار باتوں کو مدِنظر رکھتے ہیں:

اول۔ بعض لوگ عورت کے خاندان کی مالی حالت کو دیکھ کر رشتہ پسند کرتے ہیں۔

دوئم۔ بعض لوگ عورت کے حسب ونسب یعنی خاندان کی وجاہت کی وجہ سے کرتے ہیں۔

سوئم۔ عورت کے حُسن و جمال پر فدا ہوتے ہیں۔

چہارم۔ عورت کی دینداری اور حُسن سیرت کی بنیاد پر رشتہ کو اہمیت دیتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے یہ اصول مقرر فرمایا: عَلَیۡکَ بِذَاتِ الدِّیۡنِ۔

امت مسلمہ کو یہ تاکیدی نصیحت فرمائی کہ تم رشتہ کے انتخاب کے وقت ہمیشہ دینداری اور حُسن سیرت کو ترجیح دو۔ یہ بابرکت، بہترین اور قابل قبول اور قابل عمل اصول ہے۔ اس کی حکمت اور افادیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اس کے بڑے دور رس نتائج رونما ہوتے ہیں۔ اس چھوٹے سے فقرہ میں ہر معاشرہ کی، خاندان کی اور سماج کی اصلاح، کامیابی، بھلائی اور بہتری مضمر ہے۔ جب کوئی خاندان آنحضرت ﷺ کے بیان فرمودہ اصول کو مدِنظر رکھ کر رشتہ کا انتخاب کرے گا اور یہ فیصلہ لے گا کہ میں اسی خاندان میں رشتہ کروں گا۔ جہاں لڑکی نیک، مخلص، بااخلاق اور دیندار ہو تو پھر ہر خاندان اپنی لڑکیوں کو بہترین تربیت کرے گا۔ یہی طریق اور یہی معیار رائج ہوگا تو ظاہر ہے اس کا ردعمل بھی ہوگا۔ ہر لڑکی اور اس کے والدین بھی رشتہ کے انتخاب کے وقت اپنی لڑکی کے لئے دیندار، حسن سیرت اور بااخلاق لڑکے کو ہی ترجیح دیں گے۔ ایک مقابلہ شروع ہوگا۔ مسابقت کی روح پیدا ہوگی۔ یقینی طور پر ایک پاک وصاف اور شفاف معاشرہ کا قیام عمل میں آئے گا۔ اور رشتہ ناطہ کے مسائل خود بخود حل ہوتے چلے جائیں گے۔

ایک اور اصول جس کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ اکثر والدین رشتہ ناطہ کے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں جو درست نہیں بلکہ کلی طور پر خدا کے حوالہ کرنا اور اس کے سپرد سونپ دینا ہے۔ اُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ میں اس معاملہ کو اللہ کے سپرد کرتے ہوئے اپنی کوشش جاری رکھوں گا۔ ہر کامیابی حاصل ہوگی۔ اس کے برعکس والدین خود اس معاملہ کو طے کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ اور اَنَا، نَحۡنُ، میں اور ہمیں پسند نہیں، کہہ کر رشتہ کو جھٹلا دیتے ہیں تو پھر خدا پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ خدا کی تائید و نصرت حاصل نہیں ہوتی۔ توکل علی اللہ بہت ضروری ہے۔

ایک اور پہلو جو معاشرہ میں رشتوں کی تلاش میں رکاوٹ بنتا جارہا ہے وہ یہ کہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے لئے مناسب رشتوں کی تلاش روز بروز صبر آزما مہم بنتی جارہی ہے اور یہ مسئلہ بھی اتنا سنگین نہیں جتنا اسے بنا دیا گیا ہے اور اسے حل کرنا بھی مشکل اور ناممکن نہیں۔ صرف لڑکیوں اور ان کے والدین کو توکل علی اللہ اور ہمت دکھانی کی ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کی اصل بنیاد یہ ہے کہ عام طور پر لڑکیاں اچھے رشتہ کی تلاش کے انتظار میں وقت کو کاٹنے کے لئے تعلیمی سلسلہ جاری رکھتی ہیں۔ لیکن لڑکوں کو کمائی کی خاطر تعلیمی میدان کو چھوڑ کر روزگاری کے میدان میں آنا پڑتا ہے۔ لڑکیاں جتنی زیادہ پڑھتی جاتی ہیں اتنا ہی زیادہ تعلیم یافتہ لڑکوں کی آس میں بیٹھی رہتی ہیں۔ اس طرح منزل اُن کے آگے ہی سرکتی جاتی ہے۔ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ لڑکیاں اپنے سے کم تعلیم یافتہ لڑکوں کے ساتھ شادی کرنے کو اپنی توہین نہ سمجھیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دینداری کے اصول کر مدِنظر رکھیں۔ اب وقت بدل چکا ہے اس پرانی روایت کو بدلنے کی ضرورت ہے کہ مردوں کو لازماً بیوی سے زیادہ کمانے والا زیادہ تعلیم یافتہ ہونا چاہیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ایک لڑکی کے باپ نے اپنی تعلیم یافتہ لڑکی کے لئے لڑکی سے زیادہ یا اس کے برابر تعلیم یافتہ رشتہ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ تعلیم یافتہ لڑکے کی تلاش کہاں سے کر لاؤں۔ اس میں دو رائے نہیں کہ فقہاء نے بعض دائروں میں کفو برابری یعنی مرد کو اس کے ہم پلہ ہونے کی معاشرتی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اس لئے کہ کفو کا اصل مقصد فریقین کی ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا کرنا ہے۔ بلاشبہ کفو میں مذہب، دینداری اور معاشرتی یکسانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ نسب، پیشہ، تعلیم، عمر اور صحت کو بھی مدنظر رکھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، برکت ہی ہے۔ لیکن اسے بھیس بنا کر اس سے دوری اختیار کرنا شرعاً درست نہیں۔ تاہم ایک مسلمان مومن کو چاہیئے کہ وہ حُسن سیرت اور دینداری کے پہلو کو ہی ترجیح دے۔ ایسی ہی تمدنی، معاشرتی اور تربیتی وجوہات کی بناء پر جماعتی نظام ایک احمدی لڑکی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی غیر احمدی لڑکے سے رشتہ کرے۔ بس جہاں ازدواجی زندگی میں میاں بیوی کے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحتیں الگ الگ ہوں وہاں آئے دن ناخوشگوار حالات جنم لیتے ہیں۔ جہاں فطرت سے فطرت ملی وہاں زندگی ہنستے ہنستے گذر جاتی ہے۔ کامیاب اور خوشگوار زندگی کے لئے گھر کے ماحول میں نم ہونا ہی بڑی خوبی ہے۔

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ایڈیٹر کے نام خطوط

• عکرمہ سعیدہ خانم ۔سسکاٹون، کینیڈا سے تحریر کرتیں ہیں :

ہم ہر روز جہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں، یقین جانئے کہ وہیں خلافت جیسی نعمت عظمٰی کا بھی دل وجان سے شکر ادا کرتے ہیں۔ ہم بے حد خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سروں پر خلیفہ ٔوقت کی صورت میں اپنی رحمت کی ایک عظیم الشان چادر تان رکھی ہے۔ ہر دکھ سکھ میں ہماری نظر اپنے پیارے آقا کی طرف ہی اٹھتی ہے اور پیارے آقا کی محبت کی نظر اور دعا ہمارے تمام کام سنوار دیتی ہے۔ چند ماہ پہلے خاکسار کی نواسی جو کہ جماعت دہم کی طالبہ ہے اور اللہ کے فضل سے واقفہ نو بھی ہے، اپنے ریاضی کے امتحان میں کم نمبر آنے پر بہت افسردہ تھی جس کی ایک وجہ غالباً آن لائن کلاسز اور دوسرے ہمارے خاندان میں اوپر تلے ہونے والی دو تین وفات تھیں۔ خاکسار نے اسے کہا کہ پریشان ہونے کے بجائے پیارے حضور کی خدمتِ اقدس میں دعا کے لئے خط لکھتی رہو۔ اللہ فضل فرمائے گا۔ وہ پہلے بھی باقاعدگی سے خط لکھتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس نے دعا کے لئے خط فیکس کر دیا اور مطمئن ہو گئی۔

کل جب اسکول سے واپس آئی تو بڑے جوش سے بتایا کہ پیارے حضور کی دعاؤں کی بدولت ریاضی میں میرے 100 فیصد نمبر آئے ہیں۔ الحمد للہ۔ اس کے بعد کافی دیر تک ہم خلیفہ ٔوقت کے وجود کی برکات کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ بچوں کے دلوں میں خلیفہ ٔوقت سے مضبوط تعلق اور محبت پیدا کرنے کے لئے بہت ضروری ہے کہ ہم سب حضور انور کی خدمت اقدس میں خود بھی باقاعدگی سے خط لکھیں اور بچوں سے بھی دعا کے لئے خط لکھوایا کریں کیونکہ ساری برکات خلافت سے ہی وابستہ ہیں۔

اللھم اید امامنا بروح القدس و متعنا بطول حیاتہ وبارك فی عمرہ و امرہ۔آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

• مکرمہ عطیہ ناصر۔ ہوف، جرمنی سے تحریر کرتی ہیں :

میں روز نامہ الفضل کی باقاعدہ قاری ہوں ۔ روز نامہ الفضل کا ہر شمارہ غذائیت سے بھر پور ہوتا ہے۔ مجھے شروع سے ہی تاریخی واقعات پڑھنے اور سننے کا بہت شوق ہے ۔ روز نامہ الفضل آن لائن میں جو علمی و ادبی مضامین ہر شمارے کی زینت بنتے ہیں ان میں شامل ایمان افروز مالی ، جانی اور اسی طرح وقت کی قربانی کے واقعات پڑھنے کا بہت مزا آتا ہے ایسے واقعات نہ صرف علم میں اضافے کا باعث بنتے ہیں بلکہ ایمان کی مضبوطی کا باعث بھی بنتے ہیں۔ پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات تو روز نامہ الفضل آن لائن کی جان ہوتے ہیں

''چھوٹی مگر سبق آموز بات'' بھی بہت اچھا سلسلہ ہے۔ خاکسار اسے بہت شوق سے پڑھتی ہے۔ میرے شفیق و مہرباں سسر نذیر احمد خادم صاحب (مرحوم) جن کو خدا تعالیٰ نے تحریر و تقریر میں خاص ملکہ عطا فرمایا تھا کے بہت سے مضامین الفضل اور دوسرے جماعتی اخبار و رسائل میں شائع ہوتے رہے ۔ ہم انکے پاس پاکستان جاتے یا وہ ہمارے پاس جرمنی آتے ، ہم نے انکو بڑے ذوق و شوق سے روز نامہ الفضل آن لائن اور الفضل انٹرنیشنل کا مطالعہ کرتے اور مضامین لکھتے دیکھا۔ یہی کثرتِ مطالعہ کی عادت آپ نے ہم سب میں بھی راسخ کی۔ اللہ تعالیٰ میرے سسر صاحب کے درجات بلند فرمائے اور اپنے پیاروں کے قرب میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ روز نامہ الفضل آن لائن کی تمام ٹیم کو بہترین روحانی مائدہ تیار کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

• مکرمہ قدسیہ نوروالا ۔ ناروے سے تحریر کرتی ہیں :

آج مؤرخہ 30 ستمبر کے الفضل میں مضمون پڑھا کہ ''خلیفہ ٔوقت کو خط لکھنا کیوں ضروری ہے؟'' تو زندگی بھر کے ایسے بہت سے معجزات سامنے آگئے۔ جن میں سے ایک واقعہ 2017ء کا پیش خدمت ہے:

میری دکان کا وقت ختم ہو گیا تھا لیکن میں اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی اس نے مجھے لینے آنا تھا۔ اس دن اس کا پرچہ بھی تھا اور سارا دن اسی پریشانی میں گزرا کہ اللہ کرے اچھا ہوگیا ہو۔ جب وہ مجھے دکان سے گھر لے جانے کے لئے آیا تو میں نے پہلا سوال پرچے کی بابت پوچھا اس پر اس نے مایوسی کے اظہار کے طور پر نفی میں سر ہلا دیا کہ جیسا سوچا تھا ویسا نہیں ہوا، اتنی تیاری کے باوجود اچھا نہیں ہوسکا۔ میرے پوچھنے پر کہ حضور انور کو دعائیہ فیکس کر کے گئے تھے؟ اس نے نفی میں جواب دیا کہ مجھے پڑھائی کے دوران یاد ہی نہیں رہا جس کا اب افسوس ہو رہا ہے ۔ میں نے اگلے پرچے کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ دو دن بعد ہے ۔ اس پر میں نے تاکید کی کہ اگلے پرچے سے قبل حضور کے خدمت میں ضرور دعائیہ خط لکھ کے فیکس کر کے جانا۔

جس روز اسکا دوسرا پرچہ تھا جانے سے پہلے دعائیہ لکھ کر اپنے بڑے بھائی کو فیکس کرنے کے لئے دیا۔ میں بھی سارا دن کام کے دوران زیرلب اس کے لئے دعا کرتی رہی۔ پرچے میں اسے اچھے نمبروں کی بہت ضرورت تھی۔ تیاری بھی پہلے پرچے کی نسبت اس کی اچھی نہیں کر سکا تھا۔ اس لئے زیادہ فکر بھی تھی۔ میں بار بار فون چیک کرتی رہی کیونکہ جانے سے قبل اسے کہا تھا کہ پرچہ ختم ہوتے ہی فوراً بتانا کہ رزلٹ کیسا رہا اسے ساتھ ہی مارکس شیٹ بھی مل جانی تھی۔ آخر سات بجے کے قریب اس کا ہمارے فیملی گروپ میں پیغام آیا کہ ''خدا کے فضل سے A گریڈ ملا ہے''

الحمد للہ، الحمد للہ ! ہم سب کے مبارکباد کے پیغامات آنے شروع ہوگئے جس میں، میں نے لکھا:

''بیٹا! آپ کی محنت اور ہم سب کی دعا اپنی جگہ لیکن یہ خلیفہ وقت کو ایک چھوٹا سا خط لکھنے کی برکت بھی ہے جسے ہم اپنی لاپرواہی کی وجہ سے اہمیت نہیں دیتے۔ جب وہ پیارا آقا ہم سب کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ضرور یاد دہانی کراتے رہا کرو تو پھر یہ ہماری سُستی ہے ناں''

دل خدا کی حمد سے سرشار رہتا ہے کہ ہمارا پیارا خدا ہم سے کتنا پیار کرتا ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ اس نوح کی کشتی میں بیٹھنے کی وجہ سے خدا کے فضلوں کے وارث بن رہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو خلافت سے سچا اور زندہ تعلق قائم رکھنے کی توفیق عطا کرتا چلا جائے آمین ۔ اور ہم ہر ہفتے اپنے پیارے آقا کو خط لکھنے والے ہوں آمین ۔ الفضل اسی طرح ہمارے ایمان تازہ کرتا رہے آمین ۔

؎ شجر سے جو رہے وابستہ وہ پھلدار ہوجائے
جو کٹ کے گر گیا بے دست و پا بیکار ہوجائے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چھوٹی مگر سبق آموزبات

تصویر اور فوٹو

تصویر اور فوٹو میں باریک امتیاز ہے۔ ممنوع تصویر ہے فوٹو نہیں۔ تصویر سے مراد اُبھری ہوئی صورت یعنی ''بت'' فوٹو درحقیقت تصویر نہیں بلکہ عکس ہوتا ہے اور فوٹو گرافی کو ''عکاسی'' کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں کُتا یا تصویر ہو۔ (بخاری) یہاں آنحضرت ﷺ کی مراد لفظ ''تصویر'' سے وہ بُت ہیں جن کے بارے میں مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ان میں روحیں ہیں۔

(احمدیہ پاکٹ بک مرتبہ ملک عبدالرحمٰن خادمؔ صفحہ 697)

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

27 اکتوبر2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:04	17:47
مدینہ منورہ		05:07	17:47
قادیان		05:19	17:44
ربوہ		04:58	17:23
اسلام آباد ٹلفورڈ	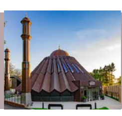	06:18	17:46